

## نظیر اکبر آبادی اور ان کے فارسی کلام

کلیدی الفاظ: تصوف # جرأت # معاملہ بندی # عوامی شاعر # فارسی

ڈاکٹر ظفر امام شعبہ فارسی

دہلی یونیورسٹی، دہلی

**Abstract:** Nazeer Akbar Abadi: Nazeer Akbar Abadi was an Indian poet of 18th century wrote his poetry with pen name Nazeer. He is better known as "father of nazm" among Urdu fraternity. He was innovator in giving his poetic expression by raising common mass's concerns. His life span coincides with the decline of mughals. The successive attacks of Nadir Shah and Ahmad Shah had weakened the mighty mughal, which forced Delhiites to search a safer place. Nazeer along with his mother and other family members also moved from Delhi, his birth place to Agra, the Indian city, was known as Akbarabad after mughal ruler Akbar at that time. His poetry conveyed the plight of common masses and their day to day issues in their own language which places in high pedestal. He took issues confronted by common men and gave expressions in his poetry. He has written profusely and it is said that around 200,000 poetical verses has been composed but alot

has been destroyed and only 6,000 verses are available in printed form. Following the foot steps of Amir Khusrau of 13th century Persian poet, Nazeer has also used Indian stuffs in his writings which makes him unparallel among others. He is one of the doyens of poets who have left his writings in twin languages, Urdu and Persian. A lot has been penned about his Urdu poetry; particularly his nazms and ghazals but here humble attempt is made to throw light on his Persian writing. It would be futile to claim comprehensive coverage of his works but certainly a beginnin which may go a long way in presenting divergent perspectives of Indian masses, Indian festivals, its natural scene etc.

### چکیدہ:

نظیر اکبر آبادی اٹھارویں اور انیسویں صدی کے اردو زبان و ادب کے ایک زبردست اور ممتاز ہستی تھے جنہوں نے اردو زبان کے علاوہ فارسی زبان میں ہندوستان مزاج اور ماحول کی منظر کشی کی ہے اس لیے انہیں عوامی شاعر کہا جاتا ہے ان کا نام سید ولی محمد اور تخلص نظیر تھا۔ ان کے والد محمد فاروق تھے اور والدہ نواب سلطان خاں قلعہ دار کی بیٹی تھیں۔ ان کی پیدائش دہلی میں ۱۷۳۵ء میں ہوئی تھی یہ وہ زمانہ تھا جب مغلوں کی وسیع حکومت کا شیرازہ بکھر رہا تھا محمد شاہ رنگیلے کی حکومت ضعیف ہو چکی تھی اور نادر شاہ و احمد شاہ درانی کے حملوں نے دہلی کو ویران کر دیا اس حالات میں از سر بہت سے شرفاء اور امراء نے دہلی ترک کر دوسرے شہروں میں جا بسے تھے اسی دور کشاکش میں نظیر کا خاندان آگرہ میں محلہ تاج گنج میں مستقل طور پر سکونت اختیار کر لیا ان کو آگرہ سے بے انتہا لگاؤ تھا اس لیے انہیں کئی بار باہر بلانے پر بھی وہ نہیں گئے نواب سعادت علی خان کے لکھنؤ بلانے پر بھی انہوں نے جانے سے منع کر دیا اور تقریباً عمر بھر آگرہ میں لالہ بلاس رام کے یہاں

معلمی کر کے شاعری کرتے رہے۔ ان کے کلام کا زیادہ حصہ بھی لالہ بلاس رام کے یہاں سے ہی ملا ورنہ نظیر کو خود اپنے کلاموں کو جمع کرنے کا خیال نہیں تھا طویل عمر یا کر ۱۸۳۰ء میں فالج بیماری سے فوت پائے۔

نظیر کا زمانہ اردو زبان و ادب کے بہت سارے درخشندہ ترین ستاروں کا گہوارہ رہا تھا جس سے وہ ادبی طور پر بہت زیادہ متاثر ہوئے انہوں نے میر تقی میر کی قنوطیت اور سودا کی ہمہ گیری بھی دیکھی اور خواجہ میر درد کے تصوف سے بھی آشنا تھے۔ جرات کا معاملہ بندی، مصحفی اور انشاء کی چوٹوں کا نظارہ بھی انہوں نے کیا لیکن علم کے ان مرکزوں سے دور رہ کر اپنے لیے ایک شاہراہ بنایا جس میں وہ خود ہی سفر کیے اور دوسرا کوئی ان کے مد مقابل قدم نہ بڑھ سکا۔

نظیر ایک قناعت پسند طبیعت کے مالک تھے درباروں سے گریز اختیار کیے ہوئے تھے لیکن ان کا حلقہ احباب وسیع تھا جہاں عالم و جاہل امیر و غریب، پیشہ ور اور غیر پیشہ ور اور ہندو و مسلمان کسی بھی طرح کی قید نہ تھی اس وسیع النظری کا اثر ان کے کلام میں نمایاں ہے۔

نظیر اکبر آبادی کا لقب عوامی شاعر ہے کیونکہ عوامی عناصر نظیر کی نظم کا خاص موضوع رہا ہے نظیر سے ہی نظم نگاری کی ابتداء مانی جاتی ہے انہوں نے اپنے اس تخلیق کردہ نئی صنف نظموں میں عوامی جذبات کی بھرپور عکاسی کی ہے اور مختلف عوامی جذبات کو موضوع تحریر بنایا ان کی شاعری میں وہ تمام موضوعات شامل ہیں جن کا تعلق عوامی زندگی سے سروکار ہے۔ ان کو زمینی شاعر بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ انہیں زمینی سطح پر رہ کر شاعری کرنے کا اعجاز حاصل ہے انہوں نے اوائل میں ان موضوعات پر شاعری کی جو اس دور میں عوام میں مقبول تھے۔ مثلاً میلوں ٹھیلوں، تہوار، ہولی، دیوالی، عمید، رکشا بندھن مذہبی رہنماؤں، عقائد وغیرہ جس پر انہوں نے طبع آزمائی کی جس سے ان کی زمینی حقائق سے وابستگی اور عوام سے رغبت کا تصور نمایاں ہے لیکن جب سورج مل جاٹ نے آگرہ پر حملہ آور ہوا اور آگرہ کی خوبصورتی کو نظر بد لگی اور اس خوبصورت تاج محل کے شہر کو برباد کر دیا اور سو با رام جاٹ کو وہاں کا حاکم مقرر کیا تو اس نے بھی وہی تباہی بربادی کا سلسلہ جاری رہا۔ ان تمام واقعات کا اثر یہ ہوا کہ ان کی طبیعت اس قدر متاثر ہوئی کہ انہوں نے اپنے آخری دور میں دنیا کے بے ثباتی، دنیا کے ناپائنداری اور دنیا سے بے رغبتی جیسے موضوعات کو اپنی شاعری میں جگہ دی۔

اردو شاعری میں زندگی اور خارجی دنیا کی صحیح نمائندگی کا آغاز نظیر اکبر آبادی کی

شاعری سے ہوا وہ اردو کے پہلے شاعر ہیں جس نے صحیح معنوں میں اردو شاعری کو زندگی اور اس کے مسائل کا ترجمان بنایا۔ یہ ترجمانی کسی خاص طبقے کی نہیں بلکہ ہر طبقے کے انسان اور ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا۔ یہ کہنا مبالغہ نہیں ہوگا کہ نظیر نے اردو شاعری کو جمہوری مزاج عطا کیا اور عام انسان کی زندگی کو اپنے فن کا اساس بنا کر نہ صرف خاص اور بالا طبقوں مثلاً نوابوں، وزیروں اور امراؤں کے ماسوا عام انسانوں کے مسائل کو پیش نظر رکھ کر منظر عام میں لانے کی ہر ممکن کوششوں کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس لیے بقول احتشام حسین:-

”نظیر اکبر آبادی نے اردو شاعری کے محل کے اندر ایک چور دروازے کی بنا ڈالی اور پہلی دفعہ ہم بادشاہوں، نوابوں اور وزیروں کے ساتھ اردو شاعری کی بساط پر عام انسانوں کو بھی دیکھتے ہیں“

نظیر اکبر آبادی کے کلام میں جو ہندوستانی راگ و رنگ ملکی مواد اور قومی موضوعات پائے جاتے ہیں وہ ہندوستان کے دیگر شعراؤں میں فقدان نظر آتا ہے کیونکہ ان کے آبا و اجداد قدیم ہندوستانی باشندے تھے اور انہیں ہندوستانی ہونے پر ناز تھا اس لیے ان کا ذہن ہندوستانی تھا جس کا اثر ہمیں ان کے کلام میں فراوانی سے ملتا ہے گویا جس طرح امیر خسرو کو ہندوستان کے ہر شے سے رغبت تھا۔ جس کا عکس ہمیں ان کے کلام میں ملتا ہے ٹھیک اسی قدر نظیر آبادی بھی قطعی طور پر ہندوستانی شاعر تھے۔

نظیر اکبر آبادی کو قدرت نے بہت ساری صلاحیتوں نے نوازا تھا شعر گوئی کے علاوہ وہ ایک مخلص، قناعت پسند شخص تھے۔ وہ قادر الکلام پر گوشاعر اور سرنجان سرنج ہمہ رنگ اور ہمہ حال مست قسم کے آدمی تھے وہ تنگ نظری اور تعصب سے دور رہ کر ہر مذاہب کے تہواروں میں شامل ہوئے اور کھیل تماشوں کا حال اس مزہ اور جوش مسرت سے بیان کیا ہے کہ ان کی سچی تصویر نگاہوں میں پھر جاتی ہے ان کی شخصیت سادہ لیکن دلکش و کلام نہایت دلنواز ہے ان کی تیر فہمی اور تصور کا ایسا معیار تھا کہ معمولی معمولی چیزوں کی ایسی ہو ہو عکاسی کی ہے کہ جن کی گنجائش شعر میں نظر نہیں آتی تھی لیکن انہوں نے اس کو پیکر شعر میں ڈھال کر ایک مثال پیش کی ہے ان کا اندازہ بیان نہایت دلچسپ اور فطری ہے تصنع و بناوٹ ان کے کلام میں مطلق نہیں لیکن ان کا کلام غرابت سے خالی بھی نہیں۔

ان کے فارسی کلام:-

تیرھویں و چودھویں صدی کے آغاز میں امیر خسرو جیسے ممتاز شخصیت کی مزاج جس قدر ہندوستانی تھی جس کا منظر ہمیں ان کے کلام میں ملتا ہے اسی طرح نظیر اکبر آبادی

بھی مزاجاً ہندوستانی تھے اور اپنے کلام میں ہندوستان کی عوام کے مسائل کی ترجمانی کی ہے اور یہ ترجمانی مخصوص طبقہ ذات، مذہب وغیرہ کی بندشوں سے اوپر اٹھ کر ہندوستانی رسموں، تیوہاروں، مذاہب اور رہنماؤں مزاج اور ماحول کی منظر کشی نظر آتی ہے۔ نظیر اکبر آبادی فارسی کے صاحب دیوان شاعر ہیں ان کا زمانہ اگرچہ شبہ قارہ میں فارس کے زوال و انحطاط کا زمانہ تھا لیکن فارسی زبان عام لوگوں میں اس قدر رچ بس گئی تھی کہ مدرسوں اور دیگر تعلیمی اداروں میں فارسی بہت ہی مقبول زبان کے طور پر رائج تھی اس کا نتیجہ تھا کہ اپنے اکابرین کی طرح فارسی زبان سے بھی نظیر اکبر آبادی کم عمری میں روشناس ہوئے اور ان کے کلیات اردو کے ساتھ آخر میں ”کلام نظیر بزبان فارسی“ کے عنوان سے مولانا عبدالباری اور مولوی اشرف علی لکھنوی کی ترتیب و تدوین میں ۱۹۵۱ء میں نول کشور پریس بک ڈپوکھنٹو سے شائع ہوئی ہے اس میں کل چھ سو اچاس (۶۳۹) اشعار ہیں ان کا انداز بیان آسان و دلکش ہے۔ جس میں غزلیات، رباعیات، واسوخت منظوم خطوط نظمیں اور متفرق اشعار ہیں۔ ماسوائے غزلیات فارسی کے جس میں فارسی شاعری کا روایتی انداز اپناتے ہوئے دیکھے جاسکتے ہیں لیکن دیگر اصناف سخن میں نگاہ ڈالنے پر ہمیں وہی ہندوستانی مزاج، ذہن اور مواد خالص ہندوستانی ایسا لگتا ہے کہ وہ فطرتاً ہندوستانی ہیں اور اپنے لوگوں سے بے پناہ محبت رکھتے ہیں۔

بدون شک وہ فارسی داں تھے اور فارسی گوئی پر قدرت تھی لیکن چونکہ وہ زمانہ مغلوں کے زوال کا زمانہ تھا فارسی زبان سے انگریزی حکومت کی روایتی دشمنی تھی زمانہ کا مزاج دیکھتے ہوئے انہوں نے اردو زبان کو ہی آگرہ کے اپنے محلہ میں حلقہ میں اردو زبان کو اپنے ذہن میں ولولہ کھائی ہوئی ان تمام ترجیحات تحقیق پسندی کا ذریعہ بنایا اور تفسیر طبع، اظہار علمیت اور ارباب علم کے مخصوص طبقہ کی ضیافت طبع کے لیے فارسی شاعری کی ہے ان کا طرز ادا نہ سب ایرانی سے میل کھاتا ہے نہ سبک ہندی سے جو یہاں وجود میں آتی تھی اور بالکل ایک نئے انداز سے نئی روایت تھی جو جسے ہندوستانی بادشاہوں کی حمایت سے ہندوستان اور ایران کے شعراؤں نے بخشا تھا۔

ان کا فارسی کلام میں انداز بیان بالکل نرالا تھا ان کا لحن سب سے جدا اور ان کا انداز منفرد ہے اور فارسی کلام میں ہندی کے نامانوس اور ثقیل الفاظ کی فراوانی ہے جس سے فارسی زبان کی شیریں و حلوات مجروح ہوتی ہے زمانے کی گردش نے انہیں بھی فارسی کی طرف مائل نہ کیا ہوگا ان کی شعری تربیت نہیں ہوئی تھی ورنہ وہ اپنے زمانے کے ایک فارسی گو شاعر میں شمار ہوتے۔

نظیر اکبر آبادی فارسی کی درسی کتب کا مطالعہ انہوں نے زمانہ طالب علمی ہی میں حاصل کر لی تھی اور فارسی کی مشہور کتابیں ان کے زیر تعلیم رہیں لیکن عربی میں وہ عبور حاصل نہ کر سکے جس کا اعتراف انہوں نے خود کیا ہے۔

نہم نہ تھا علم سے عربی کے سوا کچھ بھی اسے

فارسی میں ہاں مگر جانے تھا کچھ ”این و آن“ ان کی فارسی دانی سخن فہمی اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ فارسی زبان کے کچھ نابغہ زمانہ کے شعرا کے فارسی کلام اردو کے شعری قالب میں ڈھالا ہے اس سے ان کے قادر الکلام ثبوت پیش کرتا ہے جیسا کہ غنی کشمیری کا مشہور شعر ہے۔

خط سبزش بخت سبز مدا کرد اسیر

دام ہمرنگ زمین بود گرفتار شدم

انہوں نے نہ صرف اردو میں دھالنے کی کوشش کی ہے بلکہ خالص ہندوستانی

رنگ بھی بخشا ہے۔

زلف ڈوپٹہ دھانی میں کر کے نہاں مرا دل باندھ لیا

صید نہ کھاں کیوں کر چل جب سبزے میں پنہاں دام کیا

نظیر نے امیر خسرو کے مطلع کا جواب اردو زبان میں کچھ اس طرح دیا ہے۔

خلق می گوید کہ خسرو بت پرستی می کند

آری آری می کنم باخلق دنیا کا ر نیست

اس کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے خوبصورت مطلع پیش کیا ہے۔

گر ہم نے دل صنم کو دیا پھر کسی کو کیا

اسلام چھوڑ کفر لیا پھر کسی کو کیا

اگرچہ نظیر اکبر آبادی باقی دوسرے شعراء کی طرح الوہیت، خدائی، خداوندی،

معبودیت مثلاً غالب و بیدل کی طرح خالص ادبی شاعر نہیں ہیں اور نہ ہی ان کا موضوع

غالب و بیدل کی طرح فلسفہ و تصوف ہے بلکہ وہ اسکاٹ لینڈ کے مشہور شعراء اسکوٹ اور

برلنس کی طرح عوامی اور قومی معنی ہیں اوہ انسان کو بہترین مظہر حقیقت والوہیت سمجھتے ہیں

اس لیے انہوں نے اپنی شاعری کا موضوع انسان اور ان کے مسائل اور معاشرت ہے

ان کا کلام معمولی فہم کی دسترس سے خارج نہیں بلکہ حتی طور پر عوام کے شاعر ہیں اور ان ہی

کے جذبات و احساسات کی ترجمانی کو اپنا فرض اولین سمجھتے ہیں۔ اے

نظیر اکبر آبادی نے اپنے اکابروں کے کلاموں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے

ہندوستان کے عام اور مشہور پھلوں مثلاً جامن، آم، سیب وغیرہ اور ہندوستانی چیزوں کو مثلاً حقہ، دریائے، جمنادسہرہ، چراغ، روضہ وغیرہ کو اپنی شاعری کا موضوع بنا کر چھوٹی چھوٹی اور عام فہم اور خوبصورت نظمیں لکھی ہیں اس طرح کی صنف کو امیر خسرو نے وصف نگاری عنوان دیا ہے اس کی اس خصوصیات کا چند نمونہ زیر میں بیان کیا جاتا ہے۔

دسہرہ:

ہندوستانی سماج میں تیوہاروں کو منانے کا ایک نایاب طریقہ ہے جہاں ہر طبقے مذاہب کے رہبر و کار شرکت کرتے ہیں اس میں کسی بھی طرح کی کوئی تفریق نہیں برتی جاتی ہے۔ نظیر اکبر آبادی بھی اسی معاشرت کا پروردہ ہے اور قومی یکجہتی کے علمبردار تھے وہ شوق سے جاتے تھے جو بات انہوں نے وہاں مشاہدہ کیا تھا اسے موئے قلم سے پیکر تراشی کر دیتے تھے فرماتے ہیں کہ

عمیان	ہر	جا	بہار	جامہ	زیباں
نمایان	ناز	وحس	دل	فریبان	
صف	اول	تماشا	زینت	افرا	
ہمہ	اسباب	خوشی	وقتی	مہیا	
بروں	نیلکٹھ	از	یمن	بہرہ	
زہی	فرحت	فزا	روز	وسہرہ	

اس طرح وہ چراغ کے صفت میں کہتے ہیں کہ

جمال	ہر	چراغ	آن	طور	رخشان
کران	نخلت	برد	لعل	بدخشان	
زکس	لمفہا	پیش	تامل		
خم	ہر	موج	مثل	شاخ	برگل

جمناندی کے کنارے ہی ان کا شہر آگرہ بسا ہوا ہے اور جمناندی سے مذہبی

جذبات جڑا ہوا ہے نظیر اکبر آبادی جمناندی کی وصف بیان کرتے کہتے ہیں کہ:

جمناندی کے کنارے ہی ان کا شہر آگرہ بسا ہوا ہے اور جمناندی سے مذہبی جذبات جڑا ہوا

ہے وہ نظیر اکبر آبادی جمناندی کی وصف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

زجمن	عالمی	صد	عیش	باب	است
بخوبی	خوش	تراز	بجر	خوش	آب
ز	آبش	ماند	این	جا	مثل
					گلشن

چراغِ خضر تا سازند روشن  
روضہ تاج بخش: اس میں شاعر تاج محل کے حسن تعمیر سے زیادہ اس کی پُر بہار فضا اور اس  
کی دلفریب قدرتی باغ و بہار سے متاثر ہو کر فرمایا کہ:

فضا لیش پر بہار نزہت افزا  
بہ ہر جا نرگس و خسریں مہیا  
چنین خوں کہ از ہر سو عیان است  
ہمہ از دولت شاہ جہان است

واسوخت: معاملہ بندی صنف نے جب جدید ایران میں ترقی کی تو ان معاملات کو ادا  
کرنے کے لیے غزل کے مفرد اشعار نا کافی معلوم ہوئے تو وحشی یزدی نے واسوخت  
ایجاد کیا۔

اگرچہ نظیر اکبر آبادی کے ماسوا دوسرے شعراء نے اس نئی صنف کی طرف توجہ  
نہیں دی لیکن یہ صنف نظیری کی طبع رسا سے محروم نہ رہی۔

دوستان شرح پریشانی من گوش کنید

قصہ بہ سرو سامانی من گوش کنید

گفتگوی من و حیرانی من گوش کنید

داستان غم پہنائی من گوش کنید

شرح این آتش جانسوز نگفتن تا کی؟

سو ختم سو ختم این سوز نہفتن تا کی؟

عشق من شد سبب خوبی رعنائی او

دا در سوئی من شہرہ ای زیبائی او

بسکہ کردم ہمہ جا شرح دل افزائی او

شہر پُر گشت ز غوغائی تماشائی

این زمان عاشق سرگشتہ فراوان دارد

کہ سرو برگ و بی سرو سامان دارد ۲

۱- روح نظیر سید محمود رضوی مخمور اکبر آبادی اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ ۱۹۷۸ء

ص- ۲۲

۲- شعر العجم حصہ دوم مولانا شبلی نعمانی۔

منالچ و آخذ :

چکیدہ:- نظیر اکبر آبادی اردو زبان کا ایک درخشان ترین ستاروں میں سے ایک۔  
 نظیر اکبر آبادی اردو و فارسی زبان کا ایک جید شاعر زوال مغل کے تاج زرنگار  
 کے وہ شاہکار نگینے ہیں جن کی آب و تاب کبھی ماند پڑنے والی نہیں انہوں نے اپنے اردو  
 و فارسی کے کلام میں ہندوستانی روایات کو جگہ دی اور ہندوستان کو عظیم خراج عقیدت پیش  
 کیا اس سے ان کی ہندوستان سے دلی لگاؤ اور ان کی گہری محبت و عقیدت کا اظہار ہوتا  
 ہے اس سے ان کی شاعری کو اور جلا بخشنا اور انہوں نے یہاں کی زبان و تہذیب اور  
 روایت و ثقافت کو نہ صرف محفوظ رکھا بلکہ ایک روش اختراع کی جسے بعد کے شاعروں کے  
 لیے ایک مثال قائم ہوگئی لیکن شوی قسمت کہ ان کے فارسی کلام پر محققین اور فارسی داں  
 والوں کی نظر ان پر نہ پڑی ان کے فارسی و اردو کلام کی اہمیت فقط شاعرانہ نہیں بلکہ  
 معاشرتی بھی ہے اس لیے پیش نظر رکھ ان کے عوامی شاعر ہونے کا دعویٰ کس قدر قومی اور  
 معتبر ہے اس کا تجزیہ کیا ہوگا۔

کلیدی واژگان:- نظیر اکبر آبادی۔ آگرہ

حقہ: نظیر کی فارسی شاعری میں حقہ جیسے دہقانی مجلس کا جو جزو ہے ان کی مدح میں  
 لکھتے ہیں کہ

حقہ	آمد	بہ	بزم	اہل	جمال
تا کند	طبع	دل	براں	خوشحال	
نیچہ	سرپوش	ہم	چلم	خوب	است
واندرین	جملہ	خوب	تر	مہنال	
دور	از	لب	بلور	وزد لکش	
می	شود	از	بلور	لعل	مثال
یعنی	از	حمرت	چنین	یا قوت	
گاہ	آن	حال	گاہ	این	احوال
می	نمودی	نظیر	استقبال		

اگرچہ غزل صنف میں بھی فارسی میں طبع آزمائی کی ہے لیکن وہ سوز و گداز و عشق  
 و محبت، جذب و کیفیت، شدت احساس نہیں ہونے سے غزل بے معنی اور بے کیف ہو کر  
 رہ جاتی ہے شاید یہی وجہ ہے کہ نظیر اکبر آبادی فارسی و اردو غزلیات میں وہ کارکردگی انجام  
 نہیں دے پائے جس کے وہ مستحق تھے ان کی غزلیں عام طور پر روایتی انداز کی ہیں جو معنی  
 افرینی۔ استعارات، نازک خیالی و ارادت قلب کا فقدان سے ان کی فارسی کی غزلیں بھی

پھیلکی نظر آتی ہیں جیسا کہ:

ای سرو قد بیان کہ بہ امید دینت  
 مشاق تو بہ زیر درختی فتادہ است  
 خاطر م یافت از تبسم او  
 انبساطی کہ شرح نتواں کرد  
 گفتم کہ عزم بوسہ دلم دارد از بست  
 گفتا بگیر تا دل تو لدش برد  
 شکوہ با گر بنویسم عجیبی نیست کہ تو  
 بمن آن کردہ ای جان کہ بیان نتوان کرد  
 من آن نیم کہ بہ ترسم زچنین پیشانی  
 چنین معاملہ اکثر بہ پیشم آمدہ است  
 کج روی خوب بناشد د گرت خوش آید  
 تا ہم ای غنچہ دہان سرو روان نتواں کرد

نتیجہ گیری: نظیر اکبر آبادی ایک ایسے نابغہ روزگار شاعر تھے جنہوں نے زندگی کو آئینہ خانے میں بیٹھ کر نہیں دیکھا بلکہ اس کی ساری تگ و دو میں وہ خود شریک رہے ہیں یہی وجہ ہے نظیر کے یہاں جیسی اپنائیت اور کھلی ہوئی فضا کا احساس ملتا ہے وہ دوسرے کسی کے یہاں نہیں ملتا ان کے کلام کی گہرائی سے مطالعہ کرنے پر احساس ہوتا ہے کہ انہوں نے شاعری کو غزل کے اس تنگی سے نکال کر ایک وسیع و عریض میدان سے روشناس کرایا جس پر آگے چل کر ترقی پسند عوامی شاعری کی بنیادیں استوار ہوئیں وہ لکھنؤ اور دہلی مراکز کے ان بندشوں سے آزاد تھے وہ حقائق کا بیان ایسے انداز میں کرتے ہیں کہ ان کے بیان میں ذرا بھی اجنبیت محسوس نہیں ہوئی ان کی شاعری کا سارا مواد محلہ، اپنے ماحول اور گرد و پیش ہی سے متعلق ہے امیر خسرو جو تیرھویں اور آغاز کے چودھویں کے شاعر تھے انہوں نے بھی شاعری کا تانا بانا خالص ہندوستان سے تیار کرتے ہیں نظیر نے بھی خسرو کی طرح وہی روش اختیار کیا اس طرح کی نظموں کے مطالعہ سے زمانے کی معاشرت اور سماجی حالات کا صحیح اندازہ ہوتا ہے ان کے موضوعات کو دیکھ کر ان کے جمہوری مزاج اور ان کی وسیع المشرنی پر یقین اور پختہ ہو جاتا ہے۔

☆☆☆